صاحبزادہ عبدالرسول

پاکستان میں آئین سازی کی تاریخ

پاکستان کی قومی زندگی میں آئین سازی کا مسئلہ طویل عرصے تک ایک معمہ بنا رہا - اور اس ضمن میں متعدد تجربات کیے گئے - حصول آزادی کے بعد بھی ۱۹۳۵ ع کے قانون کو ہی چند ترامیم کے ساتھ وقتی آئین کے طور پر اختیار کر لیا گیا - جس کے تحت تاج برطانیہ کی آئینی حیثیت برقرار رہی - شروع میں ملک کو نظم و نسق کی بحالی اور مہاجرین کی آباد کاری جیسے سنگین مسائل کا سامنا تھا - اس لیے ابتدائی ڈیڑھ سال کے دوران آئین سازی کے میدان میں کوئی کام نہ ہو سکا - اسی عرصے میں وہ اختلافات بھی آہستہ آہستہ سامنے آنے لگے جو آئین سازی کے کام میں حائل ہو سکتے تھے اور ان کے تسلی بخش حل پر ہی ملکی آئین کے استحکام کا انحصار تھا - اس ضمن میں مندرجہ ذیل نکات خاص طور پر قابل ذکر ہیں :

(۱) نئے آئین میں اسلام کا مقام -

(۲) مرکزی مقننہ میں صوبائی نمایندگی -

(۳) مرکز اور صوبوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم -

(۴) قومی زبان کا مسئلہ -

(۵) صدارتی یا پارلیمانی نظام کا نزاع -

قرارداد مقاصد :

مارچ ۱۹۴۹ع میں پاکستان کے وزیر اعظم لیاقت علی خاں کی تحریک پر آئین ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد منظور کی جسے پاکستان کی تاریخ آئین سازی میں نہایت اہم مقام حاصل ہے - اس قرارداد میں وہ بنیادی اصول بیان کیے گئے جن پر ملک کا آئندہ آئین مبنی ہونا تھا - اس کے اہم نکات

یہ تھے :

(۱) کل کائنات پر واحد حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے جو اس نے پاکستان کو اس کے عوامی نمائندوں کے ذریعے منتقل کی ہے تاکہ وہ اختیار کو اللہ تعالیٰ کی متعین کی ہوئی حدود کے اندر رہ کر استعمال کریں جو ایک مقدس امانت ہے -

(۲) اسمبلی ایسا آئین تیار کرے گی جس میں جمہوریت ، آزادی ، مساوات ، رواداری اور سماجی انصاف کے اسلامی اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے گا اور مسلمانوں کو اپنی زندگی قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے میں مدد ملے گی -

اگرچہ اسمبلی میں غیر مسلم اراکین نے اس قرار داد کی مخالفت کی تاہم اسمبلی کے اندر اور باہر مسلم حلقوں میں اسے بہت سراہا گیا - لیاقت علی خاں نے اسے پاکستان کی قومی زندگی میں حصول آزادی کے بعد سب سے اہم واقعہ قرار دیا -

بنیادی اصولوں کی کمیٹی :

قرارداد مقاصد منظور کرنے کے فوراً بعد اسمبلی نے آئین سازی کا کام آگے بڑھانے کے لیے کئی کمیٹیاں قائم کیں - ان میں سب سے اہم بنیادی اصولوں کی کمیٹی تھی - اس نے ۲۸ ستمبر ۱۹۵۰ع کو ایک عبوری رپورٹ اسمبلی میں پیش کی جس میں سفارش کی کہ وفاق پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہو - ہر دو ایوان کے اختیارات برابر ہوں - ایوان بالا میں ہر صوبے کے نمائندے مساوی تعداد میں ہوں اور ایوان زیریں میں نمائندگی آبادی کے تناسب کے مطابق ہو - ریاست کے سربراہ کا انتخاب دونوں ایوان مل کر کریں -

اس رپورٹ پر ملک کے مختلف حلقوں کی طرف سے کڑی تنقید کی گئی - ایک بڑا اعتراض یہ تھا کہ قرارداد مقاصد کے بالکل برعکس اس رپورٹ میں اسلامی اصولوں کا تذکرہ تک نہیں کیا گیا - مشرقی پاکستانیوں کا خیال تھا کہ ان کی اکثریت کو اقلیت میں بدل دیا گیا ہے - رپورٹ میں

اُردو کو واحد قومی زبان قرار دیا گیا تھا ۔ اس پر بھی مشرق پاکستانی بہت سیخ پا ہوئے ۔ چنانچہ لیاقت علی خاں نے اس پر مزید غور و فکر ملتوی کر دیا یہاں تک کہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ع کو انھیں شہید کر دیا گیا ۔ اس طرح سوا چار سال کا قیمتی عرصہ آئین سازی کے نقطۂ نگاہ سے بالکل بے نتیجہ رہا ۔

لیاقت علی خاں کے بعد خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم مقرر ہوئے ۔ انھوں ۲۲ دسمبر ۱۹۵۲ع کو کمیٹی کی رپورٹ نظرثانی کے بعد آئین ساز اسمبلی میں پیش کی ۔ اس کی اہم سفارشات یہ تھیں :

(۱) ریاست کا سربراہ مسلمان ہوگا جسے مرکزی مقننہ کے دونوں ایوان مل کر منتخب کریں گے ۔

(۲) مرکزی مقننہ دو ایوانوں پر مشتمل ہوگی ۔ ایوانِ بالا کے اراکین کی تعداد ۱۲۰ اور ایوانِ زیریں کی ۴۰۰ ہوگی ۔ دونوں ایوانوں میں مغربی و مشرق پاکستان کے نمایندوں کی تعداد برابر ہوگی ۔

(۳) ہر مسودۂ قانون منظوری سے پہلے علماء کے بورڈ کے سامنے پیش ہوگا تاکہ اس امر کا یقین ہو سکے کہ اس میں کوئی بات خلافِ شرع نہیں ۔

اس رپورٹ پر قومی زندگی کے مختلف حلقوں نے اپنے اپنے نقطۂ نگاہ سے نکتہ چینی کی ۔ کوئی طبقہ بھی اس سے کلی طور پر مطمئن نہیں تھا ۔ اس بحث نے بعض ایسے اختلافات کو جنم دیا جو بعد میں قومی زندگی کا رستا ہوا ناسور بنے اور صوبائی منافرت کو ہوا ملی ۔

(ا) مرکزی مقننہ میں مغربی اور مشرق پاکستان کی مساوی نمایندگی کا اصول کڑی تنقید کا نشانہ بنا ۔ بنگالی اس سے اس لیے برہم تھے کہ ان کے خیال میں مشرق پاکستان کی اکثریت کو نظر انداز کیا گیا تھا ۔ دوسری طرف مغربی پاکستان کے سیاسی رہنماؤں کا خیال تھا کہ بنگالیوں کو ایسی حیثیت دے دی گئی ہے کہ وہ مغربی پاکستان کے کسی چھوٹے سے صوبے

کو ساتھ ملا کر ہمیشہ برسرِ اقتدار رہ سکتے تھے اور مغربی پاکستان کے بڑے صوبوں کو ہمیشہ کے لیے سیاسی اقتدار سے محروم کیا جا سکتا تھا ۔

(ب) ایک طبقے کی طرف سے علماء بورڈ کے تقرر کی شدید مخالفت کی گئی ۔ اس طبقے کا خیال تھا کہ علماء کو مرکزی و صوبائی مقننہ پر بالادستی حاصل ہو گئی ہے اور انھیں عملاً مقننہ کی ہر تجویز پر حقِ تنسیخ حاصل ہو گیا ہے ۔

(ج) مرکز اور صوبوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم کے مسئلے پر بھی کافی اختلافات موجود تھے ۔ مشرقی پاکستانیوں کی طرف سے صوبائی خود مختاری کا مطالبہ زور پکڑ رہا تھا ۔

رپورٹ کی مخالفت کی وجہ سے آئین سازی کا کام ایک بار پھر تعطل کا شکار ہو گیا ۔ آخر ۱۶ اپریل ۱۹۵۳ء کو گورنر جنرل غلام محمد نے خواجہ ناظم الدین کی وزارت برطرف کر دی اور امریکہ میں پاکستانی سفیر محمد علی بوگرا کو وزیر اعظم مقرر کر دیا ۔

محمد علی بوگرا فارمولا :

محمد علی بوگرا نے آئینی مسئلے کا از سرِ نو جائزہ لینا شروع کیا اور آخرکار اکتوبر ۱۹۵۳ء میں انھوں نے اپنا آئینی فارمولا اسمبلی میں پیش کر دیا ۔ اس میں مندرجہ ذیل آئینی تجاویز شامل تھیں :

(۱) مرکزی مقننہ دو ایوانوں پر مشتمل ہوگی ۔ ایوان بالا کے ارکان کی تعداد پچاس ہوگی جو مشرقی پاکستان سمیت ملک کے پانچ یونٹوں میں برابر منقسم ہوگی ۔ ایوان زیریں کے ارکان کی تعداد ۳۰۰ ہوگی جو ملک کے پانچ یونٹوں میں آبادی کی بنیاد پر تقسیم ہوگی ۔ اس فارمولے میں بھی مساوی نمایندگی کا اصول پیشِ نظر رکھا گیا کیونکہ ایوانِ بالا کے دس اور ایوانِ زیریں کے ۱۶۵ نمایندوں کو ملا کر مشرقی پاکستان کے کل نمایندوں کی تعداد ۱۷۵ ہو

جاتی تھی ۔ اسی طرح مغربی پاکستان کے چار یونٹوں کے لیے ایوانِ بالا و زیریں میں کل نشستوں کی مجموعی تعداد ١٧٥ تھی ۔

(٢) ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ اگر سربراہِ مملکت ملک کے ایک بازو سے تعلق رکھتا ہو تو وزیر اعظم لازماً دوسرے بازو سے ہوگا ۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ملک کے کسی ایک حصے کو دوسرے حصے پر مستقل غلبہ حاصل نہ رہے ۔

(٣) علماء بورڈ کے بجائے اب یہ کام سپریم کورٹ کے سپرد کیا گیا کہ وہ اس بات کو دیکھے کہ کوئی قانون کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو ۔

اس فارمولے کو بالعموم ملک بھر میں سراہا گیا کیونکہ اس میں مخالف نقطہ ہائے نگاہ کے درمیان مصالحت کا پہلو نمایاں تھا ۔ اسمبلی نے اس پر غور و فکر کے بعد ایک کمیٹی مقرر کی جس کا کام یہ تھا کہ آئین کا مسودہ تیار کرے ۔ بظاہر آئین سازی کا کام آگے بڑھنا شروع ہو گیا تھا لیکن ملکی حالات نے اچانک کروٹ بدلی اور یہ کام ایک بار پھر تعطل کا شکار ہو گیا ۔

مارچ ١٩٥٤ء میں مشرقی پاکستان میں صوبائی انتخابات ہوئے جن میں برسرِ اقتدار جماعت مسلم لیگ کو شکست فاش ہوئی اور وہ ٣١٠ صوبائی نشستوں میں سے بمشکل ١٠ پر قابض ہو سکی ۔ ان نتائج کا اثر مرکزی مقننہ پر بھی پڑا کیونکہ اب اس کی نمائندہ حیثیت ختم ہو گئی اور یہ مطالبہ کیا جانے لگا کہ موجودہ آئین ساز اسمبلی کو برخاست کر کے آئین سازی کا کام نئی منتخب اسمبلی پر چھوڑ دیا جائے ۔

ادھر مشرقی پاکستان کے بعض حلقوں کی طرف سے مخلوط انتخاب کا طریقہ رائج کرنے کا مطالبہ کیا جانے لگا ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرقی پاکستان کی کل آبادی کا کم و بیش ایک چوتھائی حصہ ہندوؤں پر مشتمل

تھا اور صوبائی حکومت ان کے تعاون کی محتاج تھی - چنانچہ ہندوؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے مختلف سیاسی جماعتوں نے مخلوط انتخاب کا مطالبہ شروع کر دیا -

آئین ساز اسمبلی کی برخاستگی :

اسی اثنا میں گورنر جنرل غلام محمد اور وزیر اعظم محمد علی بوگرا کے درمیان چپقلش کا آغاز ہوا - وزیر اعظم نے ۱۹۳۵ء کے قانون کی بعض دفعات منسوخ کر دیں جس سے گورنر جنرل کے اختیارات میں کمی ہو گئی - جوابی کارروائی کے طور پر ۲۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو گورنر جنرل نے اسمبلی اور کابینہ توڑنے کا اعلان کر دیا - اس طرح اب تک جوکچھ ہوا تھا بیک جنبشِ قلم مٹا دیا گیا اور عین اس وقت جب قوم کو نشانِ منزل دکھائی دینے لگا تھا ، اسے ایک بار پھر راہ گم کردہ مسافر بنا دیا گیا -

دوسری آئین ساز اسمبلی :

مئی ۱۹۵۵ع میں صوبائی اسمبلیوں کے ذریعے نئی آئین ساز اسمبلی منتخب کی گئی - اسے پہلی اسمبلی کے تمام اختیارات حاصل تھے - اراکین کی تعداد ۸۰ تھی اور صوبائی نمائندگی کا تناسب یہ تھا :

(۱) مشرق پاکستان	: ۴۰
(۲) پنجاب	: ۲۱
(۳) صوبہ سرحد	: ۴
(۴) سندھ	: ۵
(۵) بلوچستان ، سرحد ریاستیں ، قبائلی علاقے ، خیر پور ، بہاولپور اور کراچی	: ۱۰

(ان کو گورنر جنرل نے نامزد کیا)

نئی اسمبلی میں مسلم لیگ کو اکثریت حاصل نہ تھی اس لیے مخلوط وزارت قائم ہوئی اور چوہدری محمد علی وزیر اعظم مقرر ہوئے -

وحدت مغربی پاکستان :

صوبائی خود مختاری اور علاقائی نمایندگی کے مسائل بھی متفقہ آئین کی تیاری میں رکاوٹ بنے ہوئے تھے - مغربی پاکستان متعدد یونٹوں میں منقسم تھا اس لیے آئین میں ملک کے دونوں بازوؤں کو مساوی حیثیت نہیں مل سکتی تھی - ان مسائل کا حل یہی تھا کہ مغربی پاکستان کے تمام یونٹوں کو ملا کر ایک یونٹ بنا دیا جاتا - چنانچہ ۳۰ ستمبر ۱۹۵۵ع کو آئین ساز اسمبلی نے وحدتِ مغربی پاکستان کا قانون منظور کیا اور ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۵ع کو مغربی پاکستان کا واحد صوبہ عالمِ وجود میں آ گیا -

۱۹۵۶ع کا آئین :

وحدتِ مغربی پاکستان سے مرکزی مقننہ میں مختلف یونٹوں کی نمایندگی کا تنازعہ خود بخود ختم ہو گیا اور اس طرح آئین سازی کے راستے کی ایک اہم رکاوٹ دور ہوگئی - چوہدری محمد علی نے شب و روز محنت کر کے ۸ جنوری ۱۹۵۶ع کو آئین کا مسودہ اسمبلی میں پیش کر دیا - ۲۹ فروری کو اسمبلی نے اس کو آخری منظوری دے دی - ۲ مارچ کو گورنر جنرل نے اس پر دستخط کر دیے اور ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ع کو اسے نافذ کر کے پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دے دیا گیا - اس سے غیر یقینی صورت حال کا خاتمہ ہو گیا اور عوام نے وقتی طور پر اطمینان کا سانس لیا -

ملک کا یہ پہلا آئین وفاقی پارلیمانی نظام کا آئینہ دار تھا - اس میں اس امر کی ضمانت دی گئی تھی کہ کوئی قانون کتاب و سنت کے خلاف نہیں ہوگا - بنیادی حقوق کی دستاویز بھی اس میں شامل تھی - اردو اور بنگالی دونوں کو قومی زبان کا درجہ دیا گیا تھا -

سربراہ مملکت کو صدر کہا جاتا تھا - قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کثرت رائے سے اس کا انتخاب کرتے تھے - اس کے لیے ضروری تھا کہ مسلمان ہو اور عمر چالیس سال سے زائد ہو - قومی اسمبلی کے

منظور کیے ہوئے تمام مسودات اس کے دستخطوں سے قانون بنتے تھے لیکن اگر وہ دستخط کرنے سے انکار کرتا تو اسمبلی کی دو تہائی اکثریت سے منظور شدہ مسودہ خود بخود قانون بن جاتا ۔ اسے ہنگامی حالات کے تحت وسیع اختیارات حاصل تھے ۔

پارلیمانی نظام میں اصل اختیارات وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور صدر اس کے مشورے سے اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے ۔ اس آئین میں وزیر اعظم کی حیثیت بہت اہم تھی ۔ جب تک اسے اکثریت کی حمایت حاصل رہتی ، صدر کو اسے برطرف کرنے کا اختیار نہ تھا ۔ مرکزی مقننہ ایک ہی ایوان پر مشتمل تھی جسے قومی اسمبلی کہتے ہیں ۔ اراکین کی تعداد ۳۰۰ تھی جن میں ۱۵۰ مغربی اور ۱۵۰ مشرق پاکستان سے تھے ۔

۱۹۵۶ع کے آئین کی ایک خامی یہ تھی کہ اس میں طریقِ انتخاب کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا تھا ۔ تحریک پاکستان کے دوران جداگانہ طریق انتخاب برصغیر کے مسلمانوں کا اہم ترین مطالبہ رہا تھا اور وہ اسے دو قومی نظریے کی بنیاد قرار دیتے تھے ۔ مگر اب ہندوؤں کے دباؤ کے تحت مشرق پاکستان کے سیاسی حلقوں کی طرف سے مخلوط انتخاب کا مطالبہ کیا جانے لگا ۔ ادھر مغربی پاکستان کی رائے عامہ جداگانہ انتخاب کے حق میں تھی ۔ چنانچہ آئین میں طریقِ انتخاب کا مسئلہ حل نہ کیا جا سکا ۔ البتہ بعد میں یہ فیصلہ ہوا کہ مغربی پاکستان میں جداگانہ اور مشرق پاکستان میں مخلوط انتخاب کا طریقہ رائج کیا جائے ۔

اس آئین نے اگرچہ پارلیمانی نظام نافذ کیا تھا مگر اس میں اس کی اصل روح کارفرما نہ تھی ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صدر اور وزیر اعظم کے درمیان تصادم کی صورت پیدا ہونے لگی اور یہی چیز بالآخر اس آئین کو لے ڈوبی ۔

مارشل لاء کا نفاذ — ۱۹۵۸ع :

اس دوران میں ملک کے سیاسی حالات دن بدن غیر یقینی صورت اختیار

کر رہے تھے ۔ قومی اسمبلی میں کسی ایک جماعت کو واضح اکثریت حاصل نہ تھی ۔ ارکانِ اسمبلی جماعتیں بدلتے اور وزارتیں بنتیں اور ٹوٹتیں ۔ اس سارے کھیل کے پیچھے صدر سکندر مرزا کا خفیہ ہاتھ کام کر رہا تھا ۔ وہ عام انتخابات کو ٹالتا رہا ۔ حکومت نے وعدہ کیا تھا کہ آئین کے نفاذ کے فوراً بعد عام انتخابات ہوں گے ۔ اگر ایسا ہوتا تو سیاسی استحکام پیدا ہو جاتا مگر ایسا نہ ہو سکا ۔ آخرکار اعلان کیا گیا کہ ۱۹۵۹ع کے اوائل میں عام انتخابات ہوں گے ۔ اس پر ملک میں سیاسی سرگرمیاں تیز ہو گئیں ۔ مگر ۷ اور ۸ اکتوبر ۱۹۵۸ع کی درمیانی رات کو ملک بھر میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا ، آئین منسوخ کر دیا گیا اور اسمبلیاں توڑ دی گئیں ۔ چنانچہ قوم ایک بار پھر اس مقام پر پہنچ گئی جہاں سے اس نے سفر کا آغاز کیا تھا ۔

بنیادی جمہوریت کا نظام :

مارشل لاء کا نفاذ سکندر مرزا کے حکم سے ہوا تھا ۔ مگر ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۹ع کو پاکستانی افواج کے کمانڈر انچیف محمد ایوب خاں نے اسے ہٹا کر عنانِ اقتدار خود سنبھال لی ۔ اگلے سال اس نے بنیادی جمہوریت کا نظام رائج کیا جس کے تحت ۱۹۵۹ع کے آخر میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عام انتخابات کے ذریعے ۸۰ ہزار ارکان منتخب ہوئے ۔ محمد ایوب خاں نے ، جو اس وقت تک ناظمِ اعلیٰ مارشل لاء تھے ، ان ارکان سے اعتماد کا ووٹ حاصل کیا اور صدر مملکت کی حیثیت اختیار کر لی ۔

۱۹۶۲ع کا آئین :

فروری ۱۹۶۰ع میں محمد ایوب خاں نے سابق چیف جسٹس شہاب الدین کی قیادت میں ایک آئینی کمیشن قائم کیا جس نے ۶ مئی ۱۹۶۱ع کو اپنی رپورٹ پیش کی ۔ اس کی روشنی میں صدر کے نامزد چند ماہرین نے آئین تیار کیا ۔ یاد رہے کہ نہ تو یہ ماہرین عوام کے نمایندہ

تھے اور نہ ہی ان کے تیار کیے ہوئے آئین کی منظوری عوام سے لی گئی۔
یکم مارچ ۱۹۶۲ء کو پاکستان کا دوسرا آئین نافذ کر دیا گیا۔

۱۹۶۲ء کا آئین صدارتی نظامِ حکومت کا آئینہ دار تھا۔ اس کی نوعیت وفاق تھی جس میں ایک مرکزی اور دو صوبائی حکومتیں (مغربی و مشرقی پاکستان) شامل تھیں۔ مرکزی حکومت کے اختیارات بیان کر دیے گئے تھے اور باقی ماندہ امور صوبائی حکومتوں کی تحویل میں دے دیے گئے تھے۔ مرکزی مقننہ ایک ایوان پر مشتمل تھی اور وفاقی اکائیوں کی حیثیت ہر لحاظ سے مساوی تھی۔ بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی تھی اور پالیسی کے رہنما اصولوں میں یہ بات شامل تھی کہ کوئی قانون کتاب و سنت کے خلاف وضع نہیں کیا جائے گا۔

ملکی انتظامیہ کا سربراہ صدر کہلاتا تھا۔ اس کا انتخاب بالواسطہ ہوتا تھا؛ یعنی ملک کے دونوں حصوں سے بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب ایک لاکھ بیس ہزار بنیادی جمہوریت کے ارکان، صدر کا انتخاب کرتے تھے۔ صدر کو گورنروں اور وزراء کے تقرر اور برطرفی کے وسیع اختیارات حاصل تھے۔ وہ ملک کی مسلح افواج کا سربراہ بھی تھا۔ وہ مرکزی مجلس وزراء کے ارکان نامزد کرتا تھا اور یہ وزراء صرف اسی کے سامنے جواب دہ تھے۔ مجلس وزراء کی حیثیت محض مشاورتی تھی۔

قومی اسمبلی ۱۵۶ ارکان پر مشتمل تھی۔ اس میں دونوں صوبوں کی نمائندگی مساوی تھی۔ بعد میں ایک ترمیم کے ذریعے ارکان کی تعداد بڑھا کر ۲۱۸ کر دی گئی جن میں ۲۰۰ منتخب ارکان، ۱۰ نامزد ماہرین اور ۸ عورتیں شامل تھیں۔ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کا انتخاب بھی بالواسطہ طریق پر بنیادی جمہوریتوں کے ارکان ہی کرتے تھے۔

اس آئین میں صدر کو اس قدر اختیارات حاصل تھے کہ وہ کم و بیش آمر بن گیا۔ قومی اسمبلی کے اختیارات محدود تھے اور وزراء کے تقرر و برطرفی کے لیے صدر کا اشارہ کافی تھا۔ اس آئین پر سب سے بڑا اعتراض صدر اور اسمبلیوں کا بالواسطہ انتخاب تھا۔ چنانچہ اس کے خلاف

رائے عامہ کا طوفان اٹھنا شروع ہوا ۔ چھوٹے یونٹ وحدت مغربی پاکستان کے خلاف آواز اٹھا رہے تھے ۔ مشرقی پاکستان میں صوبائی خود مختاری اور آبادی کی بنیاد پر نمایندگی کا مطالبہ زور پکڑ رہا تھا ۔ اس پر مستزاد یہ کہ عوام ایوب خاں کی اقتصادی حکمت عملی سے سخت نالاں تھے کیونکہ دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو رہی تھی ۔

مارشل لاء ۱۹۶۹ :

ان حالات میں ۱۹۶۸ع کے آخر میں ایوب خاں کے خلاف عوامی تحریک کا سیلاب اٹھا جو بالآخر اس کے اقتدار کے ساتھ ساتھ اس کے آئین کو بھی بہا کر لے گیا ۔ ملک بھر میں احتجاجی جلوس اور مظاہرے شروع ہو گئے جن کے سامنے ایوب خاں کو جھکنا پڑا ۔ مارچ ۱۹۶۹ع میں اس نے صدارت سے مستعفی ہو کر اقتدار بری فوج کے سالار اعلیٰ جنرل یحییٰ خاں کے سپرد کر دیا ۔ آئین منسوخ کر دیا گیا اور ملک میں ایک بار پھر مارشل لاء نافذ کر دیا گیا ۔ قوم ایک بار پھر کاروانِ بےمنزل کی مانند تھی ۔

اس وقت ملک میں چند نئے آئینی تنازعات سر اٹھا رہے تھے ۔ مغربی پاکستان کے چھوٹے یونٹ وحدتِ مغربی پاکستان کو توڑ کر قدیم صوبے بحال کرنے پر اصرار کر رہے تھے ۔ مشرقی پاکستان میں صوبائی خود مختاری اور آبادی کے تناسب سے نمایندگی کا مطالبہ زوروں پر تھا ۔ یحییٰ خاں نے سیاسی لیڈروں سے مذاکرات کے بعد وحدتِ مغربی پاکستان کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور جولائی ۱۹۷۰ع کو قدیم صوبے بحال ہو گئے ۔ اس کے ساتھ ہی اس نے آبادی کی بنیاد پر نمائندگی کا اصول تسلیم کر لیا ۔ اس طرح دونوں بازوؤں کی مساوی حیثیت کا اصول ختم ہو کر رہ گیا ۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یحییٰ خاں کی کوئی نمایندہ حیثیت نہ تھی اور وہ ایسے اہم قومی مسائل پر فیصلہ صادر کرنے کا مجاز نہ تھا ۔

عام انتخابات ۱۹۷۰ع :

یحییٰ خاں کے آئینی فارمولے میں قومی اسمبلی میں نشستوں کی کل تعداد ۳۱۳ تھی - دسمبر ۱۹۷۰ع میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عام انتخابات ہوئے جن میں ملک کی تمام سیاسی جماعتوں نے جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیا - انتخابات میں عوامی لیگ کو ، جس کی قیادت شیخ مجیب الرحمٰن کر رہے تھے ، مشرقی پاکستان میں بے مثال کامیابی نصیب ہوئی - اِدھر مغربی پاکستان میں مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں پاکستان پیپلز پارٹی کو نمایاں اکثریت حاصل ہوئی - قومی اسمبلی کا اجلاس مارچ ۱۹۷۱ع میں منعقد ہونا تھا مگر یحییٰ خاں نے اسے یہ کہہ کر اچانک ملتوی کر دیا کہ ملک کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان آئینی سمجھوتا نہیں ہو سکا -

مشرقی پاکستان کا المیہ :

مشرقی پاکستان میں اجلاس کے التوا کا شدید رد عمل ہوا - پورے صوبے میں لوٹ مار ، آتشزدگی اور قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا - شیخ مجیب الرحمٰن سے بات چیت کی غرض سے ۱۵ مارچ کو یحییٰ خاں ڈھاکہ گیا - ۲۵ مارچ تک گفت و شنید کا سلسلہ جاری رہا مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا -

ان حالات میں ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ع کو یحییٰ خاں نے فوجی کارروائی کا حکم دے دیا - اس سے وقتی طور پر امن و امان کی صورتِ حال بہتر ہوگئی لیکن رفتہ رفتہ گوریلا طرز کی جنگ پھیلتی گئی - ادھر بھارت نے روس کے ساتھ فوجی معاہدہ کیا اور جدید ترین اسلحہ حاصل کرکے پاکستان پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا - بدقسمتی سے حکومت پاکستان کی باگ ڈور بدمست یحییٰ خاں اور نااہل فوجی جرنیلوں کے ہاتھ میں تھی اور وہ ملکی مسائل کا سیاسی حل تلاش نہ کر سکے - آخر ۲۲ نومبر ۱۹۷۱ع کو بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا - ۳ دسمبر کو

مغربی محاذ پر بھی جنگ شروع ہو گئی جو ۱۷ دسمبر تک جاری رہی - اس جنگ کے نتیجے میں پاکستان کا مشرقی بازو کٹ گیا اور پاکستانی فوج کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا -

عوامی حکومت اور آئین ۱۹۷۳ء :

اس عظیم قومی المیے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ ملک نے فوجی آمریت سے نجات حاصل کر لی - ملک میں عوامی حکومت کا قیام عمل میں آیا اور مسٹر ذوالفقار علی بھٹو ملک کے صدر مقرر ہوئے - عوامی حکومت نے قومی زندگی کے مختلف شعبوں کی تنظیم نو کے ساتھ ساتھ آئین کی تیاری کو خاص اہمیت دی - یہ کام مختلف مراحل سے گزر کر بالآخر اپریل ۱۹۷۳ء کو پایۂ تکمیل کو پہنچا - ۱۰ اپریل کو قومی اسمبلی نے پاکستان کے تیسرے آئین کی آخری منظوری دے دی اور ۱۲ اپریل کو صدر مملکت نے اپنے دستخطوں سے اس کی توثیق کر دی -

☆ ☆ ☆